تحقیقی و تنقیدی مجلّہ

معیار

۱۷

(جنوری۔جون ۲۰۱۷ء)

شعبہ اُردو
کلیہ زبان و ادب
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
اسلام آباد

ڈاکٹر محمد اسرار خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، پابنی

ڈاکٹر عنبرین تبسم شاکر جان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، نمل، اسلام آباد

خوشحالؔ و غالبؔ

Khushal and Ghalib are considered among great literary figuers. The former belongs to Pushto and later to Urdu poetry. There is alot of gap in the eras of both poets. Ghalib was totally unfamiliar to pushto language and he didn,t take any advantage from Khushal. But ironically there exist great similarities in the thoughts of both. In this article, an attempt has been made collect their similar thoughts.

خوشحالؔ خان خٹک اور اسد اللہ خاں غالبؔ دونوں شعر و ادب کے عظیم شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔اول الذکر نے پشتو شعر و ادب کے دامن کو گلہائے رنگ رنگ سے مالا مال کیا ہے، جبکہ موخرالذکر اردو شعروادب کے فلک پر اختر تابناک کی حیثیت رکھتے ہیں۔یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان دونوں کی حیات و افکار میں بڑی حد تک مماثلت نظر آتی ہے ۔دونوں کا تعلق سرزمین ہند سے تھا ۔دونوں کے والد لڑائی میں کام آئے تھے۔غالب کے والد سپاہی پیشہ ور اور خوشحال کے والد ایک شمشیر زن حکمران تھے ۔دونوں مغل شاہی دربار سے وابستہ رہے اور مغل تاجداروں کے انعام و اکرام سے فیض یاب رہے۔خوشحالؔ کا تعلق شاہ جہان واورنگ زیب کے دربار سے ،جبکہ غالبؔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفرؔ کے دربار سے منسلک رہے ۔ علاوہ ازیں دونوں اپنے اپنے دور میں بڑے تلخ تجربات سے بھی گزرے ۔ خوشحالؔ کو آخری دور میں مغلوں سے لڑائی اور غالبؔ کو پنشن کے باب میں بہت مشقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ایک اور اتفاق یہ کہ دونوں نے بغیر کسی جرم کے جیل کی ہوا بھی کھائی تھی ۔

خوشحالؔ خان مغل شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ۱۶۱۳ء کو پیدا ہوئے جو بعد میں عظیم شاعر و نثر نگار، خٹک قبیلے کے سردار، مفکر، دانا حکیم، عظیم لیڈر اور بہادر جنگجو کی حیثیت سے جانے پہچانے لگے۔ دوسری طرف مرزا غالبؔ ہیں، جو خوشحالؔ خان خٹک کے بہت بعد ۱۷۹۷ء میں، یعنی تقریباً بارہ ،تیرہ برس کم دوسو سال بعد اس عالم رنگ وبو میں قدم رکھتے ہیں،اور شاعری کے میدان میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا لوہا منواتے ہیں۔خوشحالؔ اور غالبؔ میں کافی زمانی بعد موجود ہے۔غالبؔ پشتو زبان سے بالکل لاعلم تھے ،لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ان دونوں میں جزوی طور پر بہت سے مضامین اس حد تک مشترک ہیں کہ بالکل ایک دوسرے کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب

غالبؔ نہ خوشحالؔ سے واقفیت رکھتے تھے، اور نہ وہ پشتو زبان سمجھتے تھے، پھر انھوں نے کس طرح وہی باتیں بیان کیں، جو خوشحالؔ بہت پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر درویش خان یوسفزے لکھتے ہیں:

''خوشحال د مغل سره ډغره ووهله،د هغې بازگشت به تر لری او ورو ستو درباریانو ته خامخا رسیدلے وی۔دهلی کی د غالبؔ خواوشا ډیر اهم پښتانه وو۔هغوی به هم د خوشحال اثرات او آثار سره نه سره خان سره وړی وو۔داسې حال کی چی د خوشحال ځیل ډیر نسی هند ته خوزیدلی وو او گنړو درباروتو کی بی د نفوذ نه علاوه اهل علم سره هم راشه درشه لرله۔د حافظ الملک حافظ رحمت خان هلیې ځلیې به بی د ملگرو د پښتو تحریک خامخا سېرلے کیدے او غالبؔ به ترې ټیټې نا خبره نه وو۔قوی امکانات شته چی غالب فردا د خوشحال نه آگاه وو۔''[۱]

ترجمہ: خوشحالؔ مغل سے ٹکرا چکے تھے،اس کی بازگشت بعد میں آنے والے درباریوں تک ضرور پہنچی ہوگی ۔ دہلی میں غالبؔ کے آس پاس بہت اہم پشتون بس رہے تھے وہ بھی خوشحالؔ کے اثرات کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے۔اسی طرح خوشحالؔ کے پوتے سرزمین ہند نقل مکانی کر چکے تھے اور مختلف درباروں میں شمولیت کے علاوہ اہل علم کے ساتھ جان پہچان رکھتے تھے۔حافظ الملک حافظ رحمت خان اور ان کے دوستوں کی جو پشتو تحریک چل رہی تھی ،یقیناً غالبؔ اس سے بالکل بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔قوی امکانات ہیں کہ غالبؔ فردا خوشحالؔ سے آگاہ تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی رائے اپنی جگہ ،مگر اُنھوں نے یہاں صرف قیاس کے گھوڑے دوڑائے ہیں ۔غالبؔ کی خوشحالؔ سے آگہی کے حوالے سے انھوں نے کوئی ٹھوس شواہد بیان نہیں کیے۔اگر چہ دہلی میں خوشحالؔ کے اہل وعیال اور دیگر پشتون اہل علم موجود تھے ،لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے افکار خوشحالؔ کو تراجم کی صورت میں اہل ہند میں پھیلا دیا ہو، اور اس صورت میں غالبؔ تک ان کی بازگشت پہنچی ہو۔اگر غالبؔ کسی طرح خوشحالؔ سے استفادہ کرتے تو کہیں نہ کہیں اس کا ذکر ،یا اعتراف ضرور کرتے ،کیونکہ انھوں نے جہاں کہیں بھی فارسی یا اُردو کے کسی اُستاد سے استفادہ کیا ہے،تو اس کا اعتراف بھی اکثر اپنی نظم ونثر میں کیا ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''غالبؔ نے انہی لوگوں کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جن کی شخصیت سے ان کو کوئی لگاؤ تھا ، یا جن کی شاعری سے انھوں نے کچھ اثر قبول کیا ہے۔''[۲]

غالبؔ نے جن اہل قلم سے استفادہ کیا ہے اُن کے یہاں اس فہرست میں خوشحالؔ کا نام کہیں بھی موجود نہیں،جس سے واضح ہوتا ہے کہ غالبؔ خوشحالؔ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اور نہ اُنھوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ خوشحالؔ سے کسی قسم کا استفادہ کیا ہے ۔لیکن اس کے باوجود دونوں میں حیرت انگیز حد تک مماثلت کوئی حیرت افروز بات نہیں، کیونکہ دو بڑے فن کاروں کی جزوی مماثلتیں ایک دوسرے سے براہ راست استفادہ کے بغیر بھی ممکن ہے ۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے خاصی اہمیت کی حامل ہے:

''تخلیقات کی جزوی مماثلتیں کسی دوسرے فن کار سے براہ راست استفادہ یا جذب اثر کے بغیر بھی ممکن

ہیں۔مثلاً گوئٹے اور غالب یا اقبال اور گوئٹے کی مماثلتیں محض نفسی ساخت کے اتفاقیہ طور سے یکساں ہونے کی وجہ سے ظہور پا سکتی ہیں۔''[۳]

خوشحال و غالب کی فکری یکسانیت کے حوالے سے عبدالکافی ادیب بھی کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

''خوشحال خان خٹک اور مرزا غالب کے کلام کے اکثر اشعار میں یکسانیت پائی جاتی ہے ۔یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ۔انسانی احساسات و جذبات کی زمانے کے بعد کے باوجود شاعری میں یکساں طور پر ترجمانی ہوتی رہی ہے ۔''[۴]

مندرجہ بالا مختلف آراء کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ غالب نے خوشحال سے براہ راست کسی قسم کا استفادہ کیا ہے ،اور نہ باہمی مماثلت کے لیے استفادہ ضروری ہے ،البتہ جہاں تک دونوں کے یہاں توارد و مماثلت کی بات ہے تو اگر اس کی کوئی ایک وجہ ہوسکتی تو وہ ان دونوں کا بعض مشترکہ ادبی روایات سے استفادہ ہے۔خوشحال اور غالب دونوں نے بلاشبہ مشترکہ ادبی روایات سے استفادہ کیا ہے ،اس لیے یہ مماثلتیں محض اتفاقی حادثہ نہیں ،بلکہ کسی حد تک مشترکہ ادبی روایات کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہیں۔اگر چہ یہاں تمام مماثلتیں مشترکہ ادبی روایات کے سبب نہیں ،لیکن جزوی مماثلتیں یقیناً دونوں کے یہاں فارسی زبان وادب کی دین ہیں۔یہ بات بلاشبہ ہے کہ جب ادبی روایات مشترک ہوں تو ایسی صورت میں دوفن کاروں کی یکسانیت قبول اثر کا واضح ثبوت پہنچاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

''بعض مضامین وتصورات اور بعض اسالیب ایسے ہیں جو ادبی روایت کے یکساں ہونے کی وجہ سے فارسی اور اردو کے تقریباً سب شاعروں کے یہاں مل سکتے ہیں۔''[۵]

غالب کی طرح خوشحال کو بھی فارسی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا، اوروہ فارسی زبان و ادب کا وسیع مطالعہ بھی رکھتے تھے۔ یہاں یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ دونوں کے سامنے فارسی زبان وادب کے جو نمونے موجود تھے، ان سے اخذ و استفادہ دونوں کے افکار میں توارد و مماثلت کا سبب بنا۔ کچھ کلام تو ہو بہو نقل یا بالکل ایک دوسرے کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے اور کچھ کلام معمولی سے فرق کے ساتھ موجود ہے۔

سب سے پہلے خوشحال اور غالب کے افکار میں مماثلت کے حوالے سے جو بات مشترک نظر آتی ہے ،وہ ان دونوں عظیم شعراء کا نظریۂ شعر ہے۔ دونوں شاعری کو الہامی قوت سمجھتے ہیں۔شاعری کے حوالے خوشحال کہتے ہیں:

دالہام غوندے خبر دے چہ راوروی
چہ زما پہ زڑہ نزول کہ لایزال وی[۶]

ترجمہ:(الہام کی طرح باتیں ہیں جو آرہی ہیں ،میرے دل پہ ہمیشہ نزول ہو رہا ہے)غالب کہتے ہیں:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سُروش ہے[۷]

خوشحالؔ اور غالبؔ میں احساسِ کمال، خودداری اور یکتائی کے جوہر بدرجۂ اتم موجود ہیں۔دونوں شعور برتری کی بدولت اپنے اپنے عہد کے دوسرے شعراء سے خود کو منفرد سمجھتے ہیں۔دونوں کے یہاں شاعرانہ تعلّی کی مثالیں موجود ہیں۔خوشحالؔ کہتے ہیں۔

ستا یوہ وینا تیرے کا
تر ہزار سخن طرازو[۸]

ترجمہ:(اے خوشحال تمھارا انداز بیان ہزار سخن طرازوں پر بھاری ہے)غالبؔ بھی اپنے انداز بیان کو انفرادیت بخشتے ہوئے کہتے ہیں۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور[۹]

خوشحالؔ و غالبؔ دونوں کا پرواز وہاں تک ہے، جہاں تک پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔خوشحالؔ کہتے ہیں۔

دا دانش مرغۂ ے حسے پورتہ لاڑ شہ
چی عورے د کڑہ باذو پرواز نشتہ[۱۰]

ترجمہ:(میرے دانش کا پرندہ اتنی اونچائی پر اُڑ گیا، جہاں تک عام شکاری شاہینوں کی پرواز ممکن نہیں)غالبؔ کہتے ہیں۔

میں عدم سے بھی پرے ہوں ، ورنہ غافل! بارہا
میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا[۱۱]

خوشحالؔ اور غالبؔ کے ان اشعار کا موازنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر درویش خان یوسفزے کہتے ہیں:

''د غالبؔ ''آہِ آتشیں''او دخوشحالؔ د''دانش مارغۂ''،''بالِ عنقا''اودکڑہ باذو پرواز''،''عدم سے پرے''او''عوربی''شائی چی دواڑہ شعرونہ دیو بل بامحاورہ ترجمہ دہ۔''(۱۲)

ترجمہ: غالبؔ کی ''آہِ آتشیں''اور خوشحالؔ کا ''دانش کا پرندہ''،''بالِ عنقا''اور عام شکاری شاہینوں کا پرواز''عدم سے پرے''اور''وہاں''(جہاں تک کسی دوسرے کا پرواز ممکن نہیں) سے ایسا لگتا ہے جیسے دونوں شعر ایک دوسرے کا بامحاورہ ترجمہ ہے۔

خوشحالؔ کے نزدیک شاعری صرف لفظوں کا کھیل نہیں ۔یہاں معانی کی اہمیت بھی مسلم ہے۔کہتے ہیں۔

پہ درون کی می پراتہ دی ڈیر گنجونہ
پہ معنیٰ کی لکہ کان د سیم و زر یم[۱۳]

ترجمہ:(میرا کلام معانی میں سونے چاندی کے کان کے مترادف ہے، کیونکہ میرے باطن میں بہت سے گنجینے موجود

ہیں) غالبؔ کہتے ہیں۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے[14]

جس طرح غالبؔ کے زمانے میں چند حاسدوں اور کج فہموں نے غالبؔ کی شاعری کی وہ داد نہیں دی، جس کے وہ مستحق تھے، اسی طرح خوشحالؔ کو بھی زمانے کی ناقدری کی شکایت پیدا ہوئی تھی، لیکن وہ بھی غالبؔ کی طرح ستائش سے بے نیاز تھے۔

نہ اندوہ د مدح و ذم ، نہ حظ کس یم
چہ د زڑہ پہ زور مې شعر چا پسند کڑہ[15]

ترجمہ: (مجھے تحسین وآفرین کی کوئی پرواہ نہیں ، اور نہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی خواہ مخواہ تہہ دل سے میرے شعر پسند کرے) غالبؔ کہتے ہیں۔

نہ ستائش کی تمنا ، نہ صلے کی پرواہ
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی ، نہ سہی[16]

زہ د شعر پہ کار حیس نہ یم خوشحال
ولے خدائے ے کڑہ پہ غاڑہ دا مقال[17]

پہ آباؤ پہ اجداد خان و سردار یم
کارنامے لرم د جنگ او د جدال[18]

ترجمہ: (مجھے شعروشاعری کے کاروبار سے کوئی خوشی نہیں ملتی، لیکن کیا کروں کہ خدا نے یہ مقال میرے گلے ڈال دیا ہے۔ میں آباواجداد کی طرف سے سردار ہوں، اور جنگ وجدال کے باب میں ہی کارنامے رکھتا ہوں) غالبؔ کہتے ہیں۔

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے[19]

خوشحالؔ و غالبؔ دونوں شاعری کے میدان میں نئے نہیں اُترے تھے، بلکہ شاعری کے پیچیدہ نکتوں سے خوب واقف تھے اور حسن معانی اور قافیہ پیائی کے فرق کو خوب سمجھتے تھے۔ دونوں کو اس بات پر فخر تھا کہ نحوِ فکرِ سخن دونوں کا قدیم مشغلہ ہے۔

مادا حسے دماغ اوس نہ دے راوڑے
زہ داحسے دماغی راغلم لہ خایہ[20]

ترجمہ:(میں اس قسم کا دماغ(ذکی الحس) ابھی نہیں لایا، بلکہ میں شروع ہی سے یہ(روشن) دماغ رکھتا ہوں)غالبؔ کہتے ہیں۔

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے
تریاکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا[۲۱]

خوشحالؔ اور غالبؔ دونوں غزل کے پیمانے کی تنگی کا گلہ کرتے ہیں۔دونوں کے نزدیک غزل ان کے افکار کے بیان کی تاب نہیں لا سکتی۔

قافیہ شوہ سرہ تنگہ
د زغملو نشتہ توان[۲۲]

ترجمہ:(قافیہ تنگ پڑ گیا ،اور مجھ میں خیالات ضبط کرنے کی طاقت باقی نہیں)غالبؔ بھی ظرفِ غزل کی تنگی کا گلہ کچھ یوں کرتے ہیں۔

بہ قدرِ شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے[۲۳]

خوشحالؔ کے یہاں فکر و فلسفہ سے متعلق بیانات بھی موجود ہیں۔ انھوں نے انسان ، انسانی زندگی اور اس عالمِ رنگ و بو کے حوالے سے اپنے کچھ نظریات قائم کیے ہیں۔کائنات کی حقیقت کے حوالے سے کہتے ہیں۔

خو یو وھم خوب و خیال دے
کوم ژوندون کومہ دنیا دہ[۲۴]

ترجمہ:(زندگی کیا ہے؟ اور دنیا کی حقیقت کیا ہے؟بس ایک وہم اور خواب وخیال ہے)غالبؔ کے نزدیک بھی عالم کی حقیقت یہی ہے۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے[۲۵]

علاوہ ازیں خوشحالؔ کے نزدیک یہ عالمِ ہستی بچوں کے کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں۔کہتے ہیں۔

دنیا وتہ چی گورم کاروبار تہ د وگڑی
داوڑکیو تماشے دی زہ ئے ھم ورسرہ کڑم[۲۶]

ترجمہ:(دنیا کے کاروبار پہ جب نظر ڈالتا ہوں ،تو ایسا لگتا ہے کہ بچوں کے تماشے ہیں، اور ہم باہم یہ تماشے دیکھ رہے ہیں)غالبؔ کہتے ہیں۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے[۲۷]

خوشحالؔ و غالبؔ کے یہاں حکیمانہ مضامین بھی ملتے ہیں۔حالتِ نزع کے بارے میں خوشحالؔ کہتے ہیں۔

پہ دا ساہ نشتہ ویساہ
ہر دم تہ وایہ اللہ[۲۸]

ترجمہ:(سانس کا کوئی اعتبار نہیں ،اس لیے ہر دم اللہ کو یاد کیا کرو)جبکہ غالبؔ کہتے ہیں۔

دمِ واپسیں بر سرِ راہ ہے
عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے[۲۹]

خوشحالؔ حسن کے شیدائی ہیں ۔حسن وجمال جس صورت میں بھی نظر آئے، وہ اس منظر سے محظوظ ہونے کا لمحہ ضائع نہیں کرتے ۔زمین سے جتنے خوب صورت پھول اُگ کر آتے ہیں ان کے نزدیک یہ وہ حسین لوگ ہیں جو مرنے کے بعد وہاں دفن کیے گئے تھے۔

لہ دیو خاورو نہ چہ گل زیگی خوشحالہ
دا پہ دا چہ تل ورروی مہ جبینہ[۳۰]

ترجمہ:(اے خوشحالؔ! اس مٹی سے پھول اس لیے نکل رہے ہیں کیونکہ ہمیشہ سے مہ جبین لوگ وہاں دفن ہوتے رہتے ہیں)غالبؔ فرماتے ہیں۔

سب کہاں ، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں ، کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں[۳۱]

خوشحالؔ و غالبؔ دونوں کے یہاں جذ عشق کی مختلف کیفیات بھی موجود ہیں۔دونوں کے یہاں کوئے یار سے سوئے دار تک کی تمام منزلیں موجود ہیں۔ دونوں کے نزدیک زیست کا مزہ عشق کی بدولت ہے۔خوشحالؔ کہتے ہیں۔

رائیشی لہ کومہ خائے پہ سو ڈکا پہ زڑہ کی
حیس پرے نہ پوھیگم عشق یو سہ سوز وگداز دے[۳۲]

ترجمہ:(عشق ایسی سوز وگداز (آگ) ہے ،جس کو میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ کہاں سے دل میں آکر بس جاتا ہے)غالبؔ کہتے ہیں۔

عشق پر زور نہیں ، ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے[۳۳]

خوشحالؔ کے نزدیک دنیا کی رنگینی عشق کی بدولت ہے۔ان کے نزدیک عشق کا جذبہ وقتی نہیں ، بلکہ یہ قیامت تک زندہ وتابندہ رہے گا۔

پہ جہان پہ ھیشوک نہ وو کہ عشق نہ وے
دبدبہ د عشق قائمہ تر قیامت دہ[۳۴]

ترجمہ:(عشق کا دبدبہ قیامت تک قائم ہے ،اگر عشق نہ ہوتا ،تو اس جہان میں کوئی بھی نہ ہوتا)غالبؔ بھی کارگاہ ہستی کو عشق کی بدولت رونق بخشتے ہیں۔

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے ، گر برق خرمن میں نہیں[۳۵]

خوشحالؔ کے نزدیک وہ دل بے کار ہے ، جس دل میں کسی حسین محبوب کا عشق رچ بس نہ گیا ہو۔کہتے ہیں۔

زڑہ چہ خوگ د ګلی مخ د مینے نہ وی
پہ کی مات شہ د تیرۂ توبری سفال[۳۶]

ترجمہ:(جو دل کسی حسین چہرے کی عشق میں زخمی نہ ہوا ہو ، اس کو کسی سفال کے نوک دار ٹھیکرے سے زخمی کرنا چاہیے)غالبؔ کہتے ہیں۔

لخت جگر سے ہے رگ ہر خار شاخ گل
تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی

نجز سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم
دل میں چھری چبھو مژہ گر خوں چکاں نہیں[۳۷]

خوشحالؔ و غالبؔ دونوں اپنے آپ کو مرد افگن عشق سمجھتے ہیں۔خوشحالؔ کے نزدیک عشق کے میدان میں ان سے بڑھ کر عاشق صادق کوئی نہیں ہے۔عموماً مجنون کو کارزار عشق کا مرد مجاہد سمجھا جاتا ہے ،لیکن خوشحالؔ خود کو مجنوں سے اس میدان میں برتر سمجھتے ہیں۔

وائی تہ بہ د مجنون غونده مئین وے
کہ وچارو تہ ے گورے ترے فاضل یم[۳۸]

ترجمہ:(لوگ کہتے ہیں کہ تم مجنون کی طرح عاشق کیسے ہو سکتے ہو؟ لیکن میں اس باب میں اس سے فاضل ہوں)

غالبؔ کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ عشق کے میدان میں قربانی صرف مجنون نے دی ہیں۔بقول ڈاکٹر سید عبداللہ :''اقلیم عشق میں اس (مجنوں) کی ناموری مسلم ہے ،مگر غالبؔ کے نزدیک اس کی ساری یکتائی اور شہرت بے بنیاد ہے۔''[۳۹]

فنا تعلیم درس بے خودی ہوں اُس زمانے سے
کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوار دبستاں پر[۴۰]

حسن کی تعریف میں محبوب کے خدوخال، چہرہ، سراپا، مختلف نازوانداز اور عشوؤں کا بیان شاعرِ عشاق کے لیے زیادہ دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔ خوشحالؔ معشوق کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

پہ کالیو سرہ ځي ښائسته کیګي

ستا په ځي ښائسته ستا د ځي کالي دي[۴۱]

ترجمہ: (کہتے ہیں کہ زیورات پہننے سے چہرے کا حسن بڑھتا ہے، لیکن اے محبوب تیرے حسین چہرے نے زیورات کو خوب صورتی بخش دی ہے)

تیرے جواہر طرفِ کُلہ کو کیا دیکھیں

ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں[۴۲]

خوشحالؔ محبوب کی تعریف وتوصیف کے لیے مختلف تشبیہات واستعارات کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

نہ دي ستا د غوګو ښے ملغلري

وصل دي په میاشت پورے یو سر بل سرہ ستوري[۴۳]

ترجمہ: (اے محبوب! تیرے کانوں میں موتی (بالیاں) نہیں، بلکہ چاند کے دونوں طرف ستارے جڑے ہوئے ہیں)

گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا

کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے![۴۴]

خوشحالؔ محبوب کی آنکھوں کی خوب صورت پلکوں کے بھی گھائل ہیں۔ وہ انوکھے انداز میں مژگانِ یار کی توصیف کرتے ہیں۔

د بڼزو سورے ئے خار پہ پښو سر ښکيي

لہ حیا چي کوز کوز ګوري ناز پرورے[۴۵]

ترجمہ: (جب وہ ناز پرور حسینائیں شرم وحیا کی وجہ سے نظریں جھکا لیتی ہیں، تو ان کے پلکوں کا سایہ ان کے پاؤں پر پڑ جاتا ہے) غالبؔ کہتے ہیں۔

خوش حال اس حریفِ سیہ مست کا کہ جو

رکھتا ہو مثلِ سایۂ گل، سر بہ پائے گل[۴۶]

خوشحالؔ محبوب کی مختلف اداؤں، عشوؤں اور ناز وانداز کا بیان بھی بڑے خوب صورت انداز میں کرتے ہیں۔

وار پہ وار زما پہ زړہ کاښے چارے

کہ دستر ګو ئے غمزے دي کہ ئے ناز دے[۴۷]

ترجمہ:(محبوب کی آنکھوں کے غمزے، اشارے، اور ناز و ادا پے بہ پے میرے دل پر قیامت ڈھا رہی ہیں) غالبؔ کہتے ہیں۔

بلائے جاں ہے ، غالبؔ اس کی ہر بات
عبارت کیا ، اشارت کیا ، ادا کیا![۴۸]

خوشحالؔ وصالِ یار کے وقت دیدار یار کا لمحہ لمحہ قیمتی سمجھتے ہیں۔ وہ دیدار یار کے لیے آنکھوں کے علاوہ ہر بُن موسے بینائی کا کام لیتے ہیں۔

لہ تہ وتہ چی گورم پہ دوہ سترگو نہ مڑیکم
دتن ویښتہ ے واڑہ وازے سترگے دی نظر[۴۹]

ترجمہ:(دیدار یار محض دو آنکھوں سے کافی نہیں ، اس لیے جسم کے تمام بالوں سے کھلی آنکھوں کا کام لے رہا ہوں) غالبؔ کہتے ہیں۔

ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہوں
کرے ہے ہر بُنِ مو کام چشمِ بینا کا[۵۰]

معاملہ بندی عشق و عاشقی کے مضامین کا لازمی حصہ ہے۔ جہاں کہیں عاشق و معشوق کی بات آتی ہے تو آپس میں چھیڑ چھاڑ بھی ضرور ہوتی رہتی ہے۔ خوشحالؔ اور غالبؔ کے یہاں محبوب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور معاملہ بندی کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ خوشحالؔ کہتے ہیں۔

د خوشحالؔ خاطر مفت نہ دے؟
فہم وکڑہ چی ئے وڑے نہ[۵۱]

ترجمہ:(اے محبوب! خوشحالؔ کا دل مفت نہیں ہے کیا؟ ذرا سوچو، جو ساتھ لے کر نہیں جاتے) اگر مفت ہاتھ آئے ، تو غالبؔ میں بھی کوئی برائی نہیں۔

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے[۵۲]

عشق میں صرف محبوب کے حسن و جمال ، خدوخال ، عشووں وغمزوں کے دلچسپ بیانات اور وصالِ یار کی نشاط آمیز لمحات ہی نہیں ہوتے ، بلکہ اکثر اوقات فراق اور جدائی کی آگ میں جلنا بھی عاشق صادق کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ خوشحالؔ کہتے ہیں۔

زہ ستا لہ ڈیرہ غمہ ھمیشہ پہ آہ و اوہ یم
پہ سو پہ آسائش بے غمہ پروت پہ خپل بستر ئے[۵۳]

ترجمہ:(اے محبوب ! میں تمھارے ہی غم کی بدولت آہ وفریاد میں مبتلا ہوں جبکہ تو آسائش وسکون سے اپنے بستر پر محوِ خواب ہے)غالبؔ کہتے ہیں۔

یاں سر پُرشور بیخوابی سے تھا دیوار جو
واں وہ فرقِ ناز محوِ بالشِ کمخواب تھا[۵۴]

درستہ شپہ لکہ اغزی پہ زڑہ سرخکی
دفراق غمونہ ،سہ رنگہ اودہ شم[۵۵]

ترجمہ:(ہجر کے غموں کے سبب کیوں کر سوجاؤں،تمام رات گویا میرے دل میں کانٹے چبھتے جاتے ہیں)غالبؔ کہتے ہیں۔

کہوں کیا ، دل کی کیا حالت ہے ہجر یار میں غالبؔ
کہ بے تابی سے ہر یک تار بستر خار بستر ہے[۵۶]

داجل ساعت کہ ھر سوگران یادیگی
نہ چہ سخت دجدائی تر ھنگام دے[۵۷]

ترجمہ:(اگرچہ موت کے لمحے کتنے ہی مشکل سمجھے جاتے ہیں،لیکن جدائی کے ہنگام سے سخت نہیں)غالبؔ کے نزدیک بھی ہجر یار قیامت سے کم نہیں۔

نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں
شب فراق سے روز جزا زیاد نہیں[۵۸]

اور جب فراق یار میں نیند نہ آنے کی صورت میں جینا حرام ہوجائے،تو بقول خوشحالؔ:

د ھجران پہ شپہ مرگ غواڑم
زما سترگو ستاسے خواب شتۃ؟[۵۹]

ترجمہ:(اے میری آنکھوں! ہجر کی رات تمھیں نیند کیوں نہیں آتی؟میں تو اس حالت میں موت مانگتا ہوں)غالبؔ کہتے ہیں۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی[۶۰]

جب حقیقی دنیا میں محبوب کا دیدار نصیب نہ ہو تو عشاق اکثر خوابوں اور خیالوں کے سہارے محبوب کے دیدار کی حسرت پوری کر لیتے ہیں۔خوشحالؔ بھی کبھی کبھی خوابوں میں محبوب کے جلوے دیکھتے ہیں،لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو

حسرتوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

ناگاہ لہ دے خوبہ د سحر پہ وخت راویخ شوم
نہ تہ وی نہ دوصل زہ داکار سرہ جدا یو[61]

ترجمہ: (ناگاہ صبح کے وقت نیند سے جاگ گیا مگر نہ تو ہے، نہ وصل اور ماحول کا رنگ کچھ جدا ہے) جبکہ غالبؔ کہتے ہیں۔

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی ، نہ زیاں تھا نہ سود تھا[62]

ہجر یار اور درد جدائی سے زیادہ معشوق کا تغافل عشاق کے لیے باعث رنج بنتا ہے۔ خوشحالؔ اور غالبؔ کے یہاں درد فراق کے ساتھ ساتھ محبوب کے تغافل کی شکایتیں بھی موجود ہیں ۔خوشحالؔ کہتے ہیں۔

چہ ئے زڑہ تر کانڑی سخت دے پہ مئین شوم
لاس د نہ شی د سڑی تر کانڑی لاندے[63]

ترجمہ: (میں اُس پتھر دل محبوب پر فدا ہو گیا ہوں، خدا کبھی کسی کا ہاتھ پتھر تلے نہ لائے) غالبؔ کہتے ہیں۔

مجبوری و دعوائے گرفتاریٔ اُلفت
دستِ تہِ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے[64]

خوشحالؔ کا محبوب کبھی کبھی جلوہ دکھا جاتا ہے ،لیکن بہت مختصر لمحے کے لیے، جیسے آسمان کی بجلی چمکی اور غائب ہوگئی۔

سہ خو راشکارہ شوہ پہ ظلمل دسترگو ولاڑہ
ماوے دآسمان برمثنا دہ نہ مے پیژندلہ[65]

ترجمہ: (میری آنکھوں کے سامنے اُس (محبوب) کی جھلک ایسی تھی گویا آسمانی بجلی ،اس لیے پہچان نہ سکا) غالبؔ کہتے ہیں۔

بجلی اک کوند گئی آنکھوں سے آگے تو کیا!
بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا[66]

خوشحالؔ کا محبوب صرف خوشحالؔ کے ساتھ نہیں ، بلکہ ہر کسی کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

یو خوشحال سہ زڑہ کباب نہ دے لہ تانہ
تا دخلقو زڑونہ کنڑل پہ لبو[67]

ترجمہ: (صرف ایک خوشحالؔ تیری وجہ سے دل جلا نہیں ہے ، بلکہ تو نے اور لوگوں کے دل بھی آگ کے شعلوں پر رکھ

دیے ہیں) غالبؔ کہتے ہیں۔

تو دوست کسی کا بھی ، ستمگر! نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا[۶۸]

جب محبوب تغافل ترک نہیں کرتا تو عاشق اس کی بے رخی کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور حالتِ نزع میں کہتا ہے۔

کہ دحال مختضہ نہ کڑے مرگ مے راشے
کلہ کلہ مے خبرگیہ لہ احوالہ[۶۹]

ترجمہ: (اے محبوب! تمھارے تغافل کی وجہ سے میری موت واقع ہو رہی ہے، کبھی تو حالتِ زار پوچھ لیا کرو) غالبؔ بھی حالتِ نزع میں کہتے ہیں۔

اسد ہے نزع میں چل ، بے وفا برائے خدا
مقامِ ترکِ حجاب و وداعِ تمکیں ہے[۷۰]

اور جب محبوب کے بار بار تغافل سے تنگ آجاتے ہیں تو موت کی درخواست کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

لہ مرگہ مے سہ غم کڑے چہ دعشق پہ شریعت کی
قاتل پہ شرع خلاص دے لہ دیتہ لہ قصاص[۷۱]

ترجمہ: (اے محبوب! میرے مرنے کی کوئی فکر مت کرو، کیونکہ عشق کی شریعت میں قاتل دیت اور قصاص سے آزاد ہے) غالبؔ بھی کہتے ہیں۔

محابا کیا ہے ، میں ضامن ، اِدھر دیکھ
شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیا[۷۲]

خوشحالؔ کو اپنے محبوب سے یہ بھی گلہ ہے کہ اس نے اپنی پلکوں کے تیر سے اس کے دل وجاں دونوں کو جکڑ رکھا ہے۔

آغزرین ؤ د بڑو نہ وہ بلا وہ
چہ پہ خان او زڑہ ئے حسے نشانہ شوم[۷۳]

ترجمہ: (اے محبوب! تیری پلکوں کا تیر ایسی بری بلا تھی، جس نے جان ودل دونوں کو نشانہ بنا لیا) جبکہ غالبؔ کہتے ہیں۔

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا[۷۴]

خوشحالؔ اور غالبؔ پلکوں کے علاوہ محبوب کی پریشان زلفوں کی وجہ سے بھی پریشانی اور تکلیف اظہار ہے ہیں۔

دا اوګده اوګده غمونه پرېشاني

چې زما دي دا ئ خوی راغلې د ګڼزو[۷۵]

ترجمہ:(غموں کے یہ طویل سلسلے اور پریشانی جو میری نصیب ٹھہری ،یہ صرف اس (محبوب) کے کاکل کے سبب ہے)غالبؔ کہتے ہیں۔

تو اور آرائشِ خمِ کاکل

میں اور اندیشہ ہائے دور دراز[۷۶]

خوشحالؔ کو مارنے میں محبوب کی نگاہوں اور زلفوں کے علاوہ اس کی لبوں کا کردار بھی برابر شامل ہے۔خوشحال کہتے ہیں۔

معجزه چه د احیا ده په دوه لب ئے

لاس په لاس د مسیحا له لاسه یوړه[۷۷]

ترجمہ:(مسیحا کے پاس زندگی کی بخشش کا جو معجزہ تھا، وہ اس نے اپنے دولبوں(باتوں) کی بدولت اس (مسیحا) سے لے لیا)غالبؔ کہتے ہیں۔

مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالبؔ

ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا[۷۸]

عشق کی کہانی میں نامہ بر کی حیثیت مسلم ہے۔خوشحالؔ و غالبؔ نے کاروبارِ عشق میں اس کردار کا خوب استعمال کیا ہے۔ ۔

دارنده د عریضې زما د لوریه

زباني خبرې هم لري همراه[۷۹]

ترجمہ:(میرا پیغام رساں ،خط کے ساتھ کچھ زبانی باتیں بھی ساتھ رکھتا ہے)غالبؔ کا پیام بر بھی خط کے ساتھ پیغام زبانی رکھتا ہے۔

دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر

کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے[۸۰]

خوشحالؔ کو چند مفاد پرست دوست بھی ملے تھے، جبکہ ان کو صرف پندو نصائح اور جھوٹی تسلیاں دینے والے دوست پسند نہیں۔

یو پہ غم شریک یار نہ وینم پہ ملک کی
خلق تشے تسلے کاندے پہ خلے[۸۱]

ترجمہ: (اس جہان میں کوئی بھی اپنا شریکِ غم نہیں پاتا، لوگ صرف جھوٹی تسلیاں ہی دے رہے ہیں) غالب کہتے ہیں ۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا ، کوئی غمگسار ہوتا[۸۲]

خوشحال کے نزدیک دنیا میں ہر قسم کا پھل دستیاب ہے، لیکن "وفا" کا پھل یہاں عنقا کی طرح محض خیالی اور معدوم ہے ۔

دوفا میوه ددہر پہ باغ نشتہ
نکودہ ئے ھرہ ونہ لٹوم[۸۳]

ترجمہ: (دہر کے باغ میں وفا کا پھل نہیں ہے ۔ میں خواہ مخواہ اس کا درخت ڈھونڈ رہا ہوں) غالب کو بھی افسوس ہے کہ

دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا[۸۴]

خوشحال خوددار انسان تھے ۔ اتنے خوددار کہ شدتِ رنج میں موت کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن دوا اور مسیحا کا احسان قبول نہیں کرتے ۔

دمنت دارو کہ مرم پکار می نہ دی
کہ علاج لرہ مے راشی مسیحا ھم[۸۵]

ترجمہ: (اگر مر بھی جاؤں تو منت وسماجت کی دوا نہیں کھاؤں گا، اور نہ مسیحا سے علاج کراؤں گا) غالب بھی دوا کا احسان لینا پسند نہیں کرتے ۔

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا ، برا نہ ہوا[۸۶]

خوشحال وغالب دونوں کو زندگی میں عشقِ مجازی کے غم کے علاوہ بھی بے شمار غموں کا سامنا تھا ۔ خوشحال ہجومِ غم سے پریشان ہو کر تقدیر کو الزام دے کر کہتے ہیں کہ جب باقی لوگ خوشحال ہیں، تو خوشحال پریشان کیوں ہے ۔

نن بہ حیوک حسے نہ دی
لکہ زہ پہ ززہ پریشان[۸۷]

ترجمہ: (آج جتنا دل گیر اور دُکھی میں ہوں، کوئی اور میری طرح دُکھی نہیں ہوگا) غالبؔ بھی خود کو غم والم میں گرفتار پا کر کہتے ہیں۔

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا
کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا[۸۸]

خوشحالؔ کبھی کبھی کثرتِ غم کی وجہ سے اس قدر کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ رات اور دن کا تفرقہ ان کے نزدیک مٹ جاتا ہے۔

نمر پہ کوم لوری پریوزی چہ تہ خیجی
پہ خوشحال باندے یوہ شوہ تورہ سپینہ[۸۹]

ترجمہ: (خوشحالؔ کے نزدیک دن رات برابر ہیں، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ سورج کہاں سے طلوع اور کہاں غروب ہو رہا ہے) غالبؔ کہتے ہیں۔

جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو[۹۰]

جب غم والم حد سے بڑھ جائیں اور اندرونی دنیا ویران ہو تو خوشحالؔ کے خیال میں بیرونی دنیا کی کسی چیز سے بھی انسان محظوظ نہیں ہوتا۔

کلہ کلہ حسے وخت پہ سڑی راشی
چہ دگلو پہ کتل نہ وی محظوظ[۹۱]

ترجمہ: (انسان پر کبھی کبھی ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ وہ پھولوں کے دیکھنے سے بھی محظوظ نہیں ہوتا) غالبؔ کہتے ہیں۔

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے
کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا[۹۲]

دونوں میں یہ صلاحیت بدرجہ اُتم موجود ہے کہ غموں سے نڈھال ہو کر حوصلہ نہیں ہارتے، بلکہ ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں۔

د غم فکرونہ پہ زڑہ کی باز دی
حل دخادیٔ د ښکار تہ ساز دی[۹۳]

ترجمہ: (اندیشہ ہائے غم دل میں شاہین کی مانند ہیں، جو ہر وقت خوشی کے شکار کے لیے تیار بیٹھے ہیں) غالبؔ کہتے ہیں۔

مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تمنا ہے
جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے[۹۴]

انسان جب بہت زیادہ غم زدہ ہو جاتا ہے اور اپنی آہ و فریاد کو ضبط نہیں کر سکتا تو آہیں بھر بھر کر دل کو تسکین فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خوشحالؔ اور غالبؔ دونوں نے اس تجربے سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ خوشحالؔ کہتے ہیں۔

پہ ہر شہ کی ئے لذت فرحت راحت دے
لکہ ساہ چہ د وانۂ ځوانۂ کا[۹۵]

ترجمہ: (ہر چیز میں فرحت اور راحت کا سامان موجود ہے، جس طرح سانس کا آنا جانا سکون کا باعث بنتا ہے) غالبؔ اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں۔

بسکہ روکا میں نے اور سینے میں ابھریں پے بہ پے
میری آہیں بخیۂ چاکِ گریباں ہو گئیں[۹۶]

خوشحالؔ اور غالبؔ دونوں کا نظریۂ زندگی یہی ہے کہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اس لیے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ دونوں عمل کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی مدت میں زیادہ سے زیادہ کوشش اور عمل سے تمام ادھورے کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے چاہئیں۔

خدایا عمرہ مہلت ورکڑے پہ دنیا کی
چہ کاگہ کارونہ سم کاندے خوشحالؔ[۹۷]

ترجمہ: (اے خدا! خوشحال کو اس دنیا میں اتنی عمر عطا کر کہ وہ اپنے تمام بگڑے کام سنوار سکے) غالبؔ بھی موت سے التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ
رہنے دے مجھے یاں کہ ابھی کام بہت ہے[۹۸]

خوشحالؔ اور غالبؔ کی ہمت قابلِ داد ہے۔ دونوں بڑھاپے میں بھی تن آسانی کے قائل نہیں۔

کہ زما دگیرے یو ویښتہ تور نشتہ
لازما دتورو زلفو تہ زڑہ شتہ[۹۹]

ترجمہ: (اگرچہ میری داڑھی میں ایک بھی سیاہ بال نہیں، لیکن میرا دل اب بھی کالی زلفوں کا طلب گار ہے) غالبؔ کہتے ہیں۔

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے!
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے[۱۰۰]

خوشحالؔ و غالبؔ دونوں کے یہاں صوفیانہ مضامین بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ دونوں وحدت الوجود کے قائل نظر آتے ہیں۔

ذرے تہ چہ حسے برېښي منوره
کہ پوهېږې دا برېښنا د ده لہ نمره [۱۰۱]

ترجمہ: (ذرہ جس قدر روشن اور چمکدار دکھائی دیتا ہے، دراصل اس کی اس چمک دمک کا منبع خورشید ہے) غالبؔ کہتے ہیں۔

ہے تجلی تیری سامان وجود
ذرہ بے پرتوِ خورشید نہیں [۱۰۲]

خوشحالؔ خدا کی وحدانیت کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

یو ے بیا موند چہ هر سہ کې
چې ے وکړ دوژہ سیر [۱۰۳]

ترجمہ: (جب میں نے دل کی سیر کی، تو اسے ہر چیز میں ایک ہی پایا) جبکہ غالبؔ کہتے ہیں۔

ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے
پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے [۱۰۴]

انسان پر کبھی کبھی ایسی کیفیت بھی طاری ہوجاتی ہے کہ وہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے جزا اور ثواب کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی اپنے دل کو مطمئن نہیں کر پاتا اور راہِ حق کی طرف نہیں لوٹتا۔ خوشحالؔ و غالبؔ دونوں کبھی کبھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار نظر آتے ہیں۔

دتقوىٰ چہ کاروبار ډېر خبردار یم
ولے سہ کړم چہ نصیب ے ګراهي شوہ [۱۰۵]

ترجمہ: (میں تقویٰ کے کاروبار سے اچھی طرح خبردار ہوں، لیکن کیا کروں کہ گمراہی میرا نصیب ٹھہری) غالبؔ فرماتے ہیں۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی [۱۰۶]

اس لیے دونوں خود کو ملامت کر رہے ہیں کہ کس بل بوتے پر خود کو مسلمان قرار دیا جائے، کیونکہ دونوں کے پاس نیک عمل نہیں ہے۔

مسلمان بہ درتہ سوک وائی خوشحالہ!
د حوا زینار پہ غاړہ یو ترسا ئے[۱۰۷]

ترجمہ:(اے خوشحال! کوئی تجھے کس طرح مسلمان کہے گا؟ تم تو ہوس اور حرص کا زنار گلے میں ڈالے ایک آتش پرست ہو)غالبؔ کہتے ہیں۔

یہ مسائل تصوف ، یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا[۱۰۸]

خوشحالؔ خود سے پوچھتے ہیں کہ کس عمل کے بل بوتے پر جنت کے خواب دیکھ رہے ہو۔کبھی کوئی نیک عمل کیا ہوتا تو کوئی بات بنتی ہے۔

بہشت خای د پرہیز گارو دے خوشحالہ
تہ بہشت وتہ ہوس پہ کم عمل کڑے[۱۰۹]

ترجمہ:(اے خوشحالؔ ! جنت پرہیزگاروں کی جگہ ہے ۔تم جنت کی ہوس کس عمل کے بل بوتے پر کررہے ہوں؟)جبکہ غالبؔ کہتے ہیں۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی[۱۱۰]

خوشحالؔ نے زاہد اور واعظ کو بھی نہیں بخشا۔وہ ان کو اس لیے پسند نہیں کرتے کہ وہ عمل کے بدلے جنت چاہتے ہیں۔

شیخان چہ عومرہ بندگی طاعت کا
کہ اجر غواڑی سہ قباحت کا[۱۱۱]

ترجمہ:(شیوخ اگر بندگی اور طاعت کے بدلے اجر چاہتے ہیں،تو کیا قباحت کرتے ہیں)غالبؔ کہتے ہیں۔

کیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گر چہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے[۱۱۲]

خوشحالؔ و غالبؔ کے یہاں فکری یکسانیت پر مبنی مکمل اشعار کے ساتھ ساتھ کچھ مصرعے بھی ایسے مشترک موجود ہیں ،جن میں ایک جیسے مضامین دیکھنے کو ملتے ہیں۔مثلاً ۔

خوشحالؔ :ع د بہار گلونہ ما تہ ہدایت کا(دیوان خوشحالؔ ،ص:۷۳)

ترجمہ: بہار کے پھول مجھے ہدایت دے رہے ہیں۔

غالبؔ: ع چمن کا جلوہ باعث ہے میری رنگیں نوائی کا (دیوان غالب ص: ۲۳)

خوشحالؔ: ع ما چہ فکر وکڑہ دواڑہ وھم خوب وخیال دے (دیوان، ص: ۴۵۶)

ترجمہ: میرے نزدیک سب کچھ وہم اور خواب وخیال ہے۔

غالبؔ: ع جز وہم نہیں ہستی اشیا مرے آگے (دیوان، ص: ۱۷۰)

خوشحالؔ: ع د خوشحالؔ خاطر تڑلے پہ خوباوے (دیوان، ص: ۷۷)

ترجمہ: خوشحالؔ کا دل خوبرویوں کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔

غالبؔ: ع چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسدؔ (دیوان، ص: ۱۵۴)

خوشحالؔ: ع پہ سینہ کیی ئے زڑہ وگورہ سہ شور کہ (دیوان، ص: ۹۰)

ترجمہ: سینے میں دل نے کیا عجیب شور برپا کر رکھا ہے۔

غالبؔ: ع دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالبؔ (دیوان، ص: ۵)

خوشحالؔ: ع سو وہ مری کیے نہ ئی اضطراب (دیوان، ص: ۱۰۰)

ترجمہ: موت سے پہلے اضطراب کا ختم ہونا ممکن نہیں۔

غالبؔ: ع موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں (دیوان، ص: ۹۴)

خوشحالؔ: ع زمانے راباندے وکڑے حسیی چارے (دیوان، ص: ۱۸۰)

ترجمہ: زمانے نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔

غالبؔ: ع مارا زمانے نے اسد اللہ خاں تمہیں (دیوان، ص: ۱۴۷)

خوشحالؔ: ع ھسے خوار وزام شوم زہ خوشحالؔ پہ عاشقی کیی (دیوان، ص: ۴۲۸)

ترجمہ: میں خوشحالؔ عشق میں ناحق خوار وزار ہو گیا۔

غالبؔ: ع عشق نے غالبؔ نکما کر دیا (دیوان، ص: ۱۲۸)

خوشحالؔ: ع عاقبت لہ دے فانی دنیا نہ تلہ شتہ (دیوان، ص: ۳۳۹)

ترجمہ: آخر کار اس فانی دنیا سے جانا ہی پڑے گا۔

غالبؔ: ع پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت (دیوان، ص: ۳۲)

خوشحالؔ: ع ھمیشہ ے ترپہ حار وینے بہیگی (دیوان، ص: ۵۲۹)

ترجمہ: میرے زخموں سے ہمیشہ خون بہتا چلا جا رہا ہے۔

غالبؔ: ع زخم گر دب گیا، لہو نہ تھما (دیوان، ص: ۴۳)

خوشحالؔ اور غالبؔ دونوں کا مطالعہ خاصا وسیع تھا۔تاریخ ، ادب ، معاش ، مذہب ، معاشرت ، ثقافت کے علاوہ محاسن شعری اور فن شعر کے پیچیدہ نکتوں سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔اگر ایک طرف دونوں شاعری کے فکری مضامین پر پوری دسترس رکھتے تھے تو دوسری طرف شاعری کی فنی باریکیوں پر بھی دونوں کی نظر گہری تھی۔ دونوں کے افکار میں یکسانیت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں عظیم تخلیق کار اور گہری سوچ کے مالک تھے ۔علاوہ ازیں دونوں کا ایک ہی ادبی روایت کا مطالعہ اور اخذ و استفادہ بھی بڑی حد تک توارد و یکسانیت کا سبب بنی ہے۔ کرامت علی کی رائے پر خاصی اہم ہے جو انھوں نے اپنی ایک کتاب میں الگزنڈر پوپ اور غالبؔ کے کچھ اشعار کی مماثلت سے نتیجہ نکالتے ہوئے قائم کی ہے:

> ''یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پوپ نے غالب کو پڑھا تھا یا غالبؔ نے پوپ کو پڑھا تھا۔دو مختلف تہذیب و ثقافت میں پلے ہوئے ان دو عظیم شاعروں میں خیال کی عجیب و غریب توارد ہمیں حیرت میں ڈال دیتا ہے۔حیا ت انسانی کے حقائق سے والہانہ وابستگی ان دونوں شاعروں کو ایک مقام پر لا کھڑا کر دیتی ہے۔''[۱۳]

خوشحالؔ اور غالبؔ کی فکری یکسانیت کے بارے میں بھی یہی رائے قائم کی جاسکتی ہے ، کیونکہ حیات انسانی کے حقائق سے وابستگی ہی تو ہے جو زمانی و مکانی بُعد کے باوجود مختلف اور دور دراز خطوں میں بسنے والے عظیم تخلیق کاروں کو افکار و خیالات کی عجیب و غریب توارد بخشتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر درویش خان یوسف زے ، خوشحالؔ او غالبؔ ،مشمولہ ،تاترہ ،شمارہ اکتوبر۔دسمبر ۲۰۰۱ء، پشتو ادبی بورڈ ، پشاور، ص:۷۸۔۷۹

۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ، اطرافِ غالبؔ ،گلوب پبلشرز ، لاہور، ۱۹۶۸ء،ص:۱۵۰

۳۔ ایضاً ،ص:۱۵۴

۴۔ عبدالکافی ادیب ،خوشحال و غالب، مشمولہ ،افکار، شمارہ ۱۰۷ ، فروری ۱۹۷۹ء ،ص:۱۹

۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ، اطرافِ غالبؔ ،گلوب پبلشرز ، لاہور ، ۱۹۶۸ء ، ص:۱۵۳

۶۔ خوشحالؔ خان خٹک ، دیوان خوشحالؔ خان خٹک ، اوّل حصہ ، بہ اہتمام ،محکمہ ثقافت صوبہ سرحد ، ترتیب و تدوین حاجی پُردل خان ، جدون پریس پشاور ، س ن ،ص:۵۷۸

۷۔ اسد اللہ خاں غالبؔ ، دیوانِ غالبؔ ، بہ تصحیح متن و ترتیب ، حامد علی خاں ،الفیصل اُردو بازار ، لاہور ،۱۹۹۵ء ، ص: ۱۳۸

۸۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۱۹۸

۹۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۵۱

۱۰۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۲۶۸

۱۱۔ دیوانِ غالبؔ ،ص:۴

۱۲۔ ڈاکٹر درویش خان یوسف زے، خوشحالؔ او غالبؔ، مشمولہ ماہنامہ، شمارہ اکتوبر۔دسمبر ۲۰۰۱ء، پشتو ادبی بورڈ، پشاور، ص:۱۴۳

۱۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۹۵

۱۴۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۳۱

۱۵۔ خوشحالؔ خان خٹک، ارمغانِ خوشحالؔ، مرتبہ، میاں سید رسول رساؔ، یونی ورسٹی بک ایجنسی، پشاور، ۲۰۰۹ء، ص:۲

۱۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۳۳

۱۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۵۷۳

۱۸۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۵۸۰

۱۹۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۲۱۰

۲۰۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۳۹

۲۱۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۲۸

۲۲۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۲۰۸

۲۳۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۸۸

۲۴۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۲۹۶

۲۵۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۱۵

۲۶۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۱۷۰

۲۷۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۷۰

۲۸۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۶۹

۲۹۔ اسداللہ خاں غالبؔ، عکسی دیوانِ غالبؔ، مرتبہ، غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س ن، ص:۳۶۸

۳۰۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۷۵

۳۱۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۹۰

۳۲۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۸۷

۳۳۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۵۶

۳۴۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۲۹۵

۳۵۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۷۰

۳۶۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۸۷۷

۳۷۔ دیوانِ غالبؔ ،ص:۷۴

۳۸۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۱۹۸

۳۹۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ، اطراف غالبؔ، گلاب پبلشرز ، لاہور ، ۱۹۶۸ء ، ص:۱۹۱

۴۰۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۵۰

۴۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۴۹۳

۴۲۔ دیوانِ غالبؔ ،ص:۸۶

۴۳۔ خوشحالؔ خان خٹک ، ارمغانِ خوشحالؔ ، مرتبہ ، میاں سید رسول رساؔ ، یونی ورسٹی بک ایجنسی ، پشاور ، ۲۰۰۹ء ، ص:۶۱۹

۴۴۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۱۳۸

۴۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۳۵۴

۴۶۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۴۵

۴۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۴۳۶

۴۸۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۴۰

۴۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۶۵۴

۵۰۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۴۵

۵۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۴۵۷

۵۲۔ دیوانِ غالبؔ ،ص:۱۳۱

۵۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۳۹۴

۵۴۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۱۳

۵۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۱۸۰

۵۶۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۱۵۹

۵۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۶۶۴

۵۸۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۸۷

۵۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک ،ص:۳۲۱

۶۰۔ دیوانِ غالبؔ ،ص: ۱۳۰

۶۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۲۰۲

۶۲۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۲

۶۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۳۲

۶۴۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۸۳

۶۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۴۲۷

۶۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۳۱

۶۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۱۹۹

۶۸۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۳۲

۶۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۲۳۳

۷۰۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۹۲

۷۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۱۳۲

۷۲۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۲۰

۷۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۱۸۳

۷۴۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۲۶

۷۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۴۷۹

۷۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۵۷

۷۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۲۲۹

۷۸۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۸۱

۷۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۳۰

۸۰۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۲۹

۸۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۱۹

۸۲۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۹

۸۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۱۷۹

۸۴۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۸

۸۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۵۹۹

۸۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۲۳

۸۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۶۰۸

۸۸۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۲۱

۸۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۲۹۷

۹۰۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۰۳

۹۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۱۳۳

۹۲۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۰

۹۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۲۵۸

۹۴۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۱۷

۹۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۸۳

۹۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۹۰

۹۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۵۸۱

۹۸۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۸۶

۹۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۳۳۹

۱۰۰۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۷۰

۱۰۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۲۲۳

۱۰۲۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۷۷

۱۰۳۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۱۲۳

۱۰۴۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۶۰

۱۰۵۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۳۱۶

۱۰۶۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۳۰

۱۰۷۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۳۷۷

۱۰۸۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۹

۱۰۹۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص: ۳۵۹

۱۱۰۔ دیوانِ غالبؔ، ص: ۱۳۰

۱۱۱۔ دیوانِ خوشحالؔ خان خٹک، ص:۳۰

۱۱۲۔ دیوانِ غالبؔ، ص:۱۸۶

۱۱۳۔ کرامت علی کرامت، نئے تنقیدی مسائل اور امکانات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۹، ص:۳۹